اوّل ایڈیشن: جُمادی الثانیہ 1442ھ/ جنوری 2021

سُنّت سے وابستگی اور بدعت سے اجتناب کی تاکید سے متعلق ایک عام فہم رسالہ

سُنّت اور بدعت



مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

فہرست

سنت کی حقیقت:

حضور اقدس ﷺ اور حضرات خلفائے راشدین کے اقوال وافعال کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں، اس لیے یہی مختصر تعریف کافی ہے۔

بدعت کی حقیقت:

لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں چاہے اس کا تعلق دین کے ساتھ ہو یا دنیا کے ساتھ، اور خواہ عبادات کے ساتھ ہو یا عادات کے ساتھ۔

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت کے معنی ہیں: دین میں ثواب کی نیت سے کسی ایسے نئے کام کو ایجاد کرنا کہ جو حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے دور میں نہ ہو اور اسباب پائے جانے کے باوجود بھی اسے اختیار نہ کیا گیا ہو، اسے بدعت کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ایجادات کو بدعت نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ بدعت اس عمل کو کہا جاتا ہے جو دین میں ایجاد کیا جائے۔

اِحداث للدّین اور اِحداث فی الدّین کی حقیقت:

اِحداث فی الدین کا مطلب ہے: دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔ جبکہ احداث للدین کا مطلب ہے: دین کے لیے کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔

دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کو احداث فی الدین بھی کہتے ہیں، اور یہی بدعت ہے۔ احداث فی الدین یعنی دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ دیا جائے، اس کو مقصود قرار دیا جائے، اس کو اپنی ذات میں عبادت سمجھا جاتا ہے، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہی حکم لگایا جائے جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔

جبکہ احداث للدین کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ نہیں دیا جاتا، اس کو مقصود قرار نہیں دیا جاتا، اس کو اپنی ذات میں عبادت نہیں سمجھا جاتا، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہ حکم ہر گز نہیں لگایا جا سکتا جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔ اس سے احداث فی الدین اور للدین کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے سہ روزہ اور چلہ وغیرہ سے متعلق ایک شبہ کا جواب:

احداث للدین اور احداث فی الدین سے متعلق ماقبل کی تفصیل سے ان حضرات کا بھی جواب ہو جاتا ہے جو کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر جشنِ عید میلاد النبی ﷺ بدعت ہے تو پھر تبلیغی جماعت کا سہ روزہ، چلہ اور چار ماہ وغیرہ بھی بدعت ہونے چاہئیں۔

جواب کی تفصیل یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا سہ روزہ، چلہ وغیرہ بدعت نہیں کیوں کہ یہ امور اپنی ذات میں مقصود اور عبادت نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود اور عبادت تو دین سیکھنا سکھانا اور دعوت و تبلیغ ہے جس کا قرآن وسنت سے واضح ثبوت ہے۔ اسی طرح یہ امور ضروری نہیں سمجھے جاتے بلکہ جو ضروری ہے وہ دین سیکھنا اور حسبِ استطاعت دوسروں تک پہنچانا ہے، جس کی اہمیت اور صراحت قرآن وسنت میں کثیر مقامات میں موجود ہے۔ سہ روزہ، چلہ وغیرہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ دین سیکھنے اور دین کی اشاعت کے لیے بزرگانِ دین کا قائم کردہ ایک بہترین منظم انتظام ہے جس کی اہمیت وافادیت سب کے سامنے ہے، اور اس نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی، گویا کہ یہ دین کے لیے ایجاد ہیں، دین میں ایجاد نہیں ہیں۔ اور پھر تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا بھی ہے، دین سکھانا بھی ہے، اپنی اصلاح اور آخرت کی فکر پیدا کرنا بھی ہے، اللہ کے راستے میں نکلنا بھی ہے، دین کی اشاعت کے لیے در در پھرنا بھی ہے؛ یہ تمام وہ امور ہیں جن سے متعلق صریح آیات واحادیث وارد ہیں، اگر ان کے لیے مدارس کی طرح ایک منظم نظام مرتب کر دیا جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے بلکہ منظم طریقے سے کام بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔

جبکہ جشنِ میلاد النبی ﷺ جیسے امور تو براہِ راست دین سمجھے جاتے ہیں، عبادت سمجھے جاتے ہیں، بلکہ عشقِ رسالت اور دینداری کا معیار قرار دیے جاتے ہیں، نہ کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہے، ان کو طعنے دیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام صورتحال اس بات کی شاہد ہے کہ یہ دین میں ایجاد کردہ کام ہے نہ کہ دین کے لیے ایجاد کردہ کام۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ بدعت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت:

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں، خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاحِ شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً، نہ صراحتًا نہ اشارتًا۔ بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوی کی کتاب "الطریقۃ المحمدیۃ" اور علامہ شاطبی کی کتاب "الاعتصام" سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے نئے آلات اور طریقے روز مرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ وہ بطورِ عبادت اور بنیتِ ثواب نہیں کیے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادت آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحتًا یا اشارتًا؛ وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہدِ رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہو گئی، وہ بھی بدعت میں داخل نہیں، جیسے مروّجہ مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے صرف و نحو اور ادبِ عربی اور فصاحت و بلاغت کے فنون، یا مخالفِ اسلام فرقوں کا ردّ کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے

جدید اسلحہ اور جدید طریقۂ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں، مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب، داعی اور ضرورت اس عہدِ مبارک میں موجود نہ تھی، بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علمائے امت نے اس کو پورا کرنے کے لیے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کر لیں۔(جواہر الفقہ 1/ 458)

اِحداث فی الدّین اور اِحداث للدّین کی تفصیل:

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں، نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں، گویا یہ اِحداث فی الدین نہیں بلکہ اِحداث للدین ہے، اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے، احداث للدّین کی نہیں، یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لیے بضرورتِ زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کر لینا ممنوع نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہدِ رسالت میں اور زمانِ مابعد میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ ازروئے قرآن وحدیث ممنوع وناجائز ہو گا، مثلاً درود وسلام کے وقت کھڑے ہو کر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لیے کھانے پر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعا مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب وشعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود ایجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وغیرہ، اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض وواجب کی طرح سمجھنا، ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ درود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دعا؛ یہ سب چیزیں عبادات ہیں، ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی، ان کے ذریعہ ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے، رسول کریم ﷺ اور

آپ کے صحابہ کرام کو ان سب سے زائد تھا، کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرام سے زائد ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الٰہی حاصل ہے؟؟ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تَعَبَّدُوهَا؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَنَحْوُهُ لِابْنِ مَسْعُودٍ أَيْضًا۔ یعنی جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں، اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ 1/ 458)

بدعتِ حسنہ اور سَیِّئَہ کی حقیقت:

بہت سے حضرات جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کو جواز فراہم کرنے کے لیے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ سیئہ یعنی بری بدعت، اور بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت، چوں کہ ہم ثواب ہی کا کام کر رہے ہیں تو یہ بدعتِ حسنہ ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔ یہ واضح غلط فہمی ہے کیوں کہ لغت کے اعتبار سے چوں کہ بدعت کا مفہوم عام ہے کہ ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں چاہے اچھی ہو یا بری، لیکن شریعت کی نظر میں جن چیزوں کو بدعت کہا جاتا ہے اُن میں سے کوئی بھی چیز اچھی نہیں ہوتی بلکہ سبھی بری ہوتی ہیں، اس لیے بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم لغت کے اعتبار سے تو درست ہو سکتی ہے لیکن شریعت کی نظر میں ہرگز درست نہیں ہو سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کی جماعت سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، یہ لغت کے اعتبار سے تھا، نہ کہ شریعت کے اعتبار سے۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صحیح حدیث میں ہے: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحِ شرع میں ہر بدعت سیّئہ اور گمراہی ہے، کسی بدعتِ اصطلاحی

کو بدعتِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعتِ حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھیں، بعد میں کسی ضرورت کی بنا پر ان کو اختیار کیا گیا، جیسے آج کل کے مدارسِ اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون کہ دراصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے خود فرمایا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' یعنی میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورتِ زمانہ ضروری ہو گئی، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی، آج ضرورت پیش آئی تو اِحیائے سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا، جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جاچکی ہے اس کی رو سے ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعتِ حسنہ ہی کہا جائے گا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی یکجا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی، اس لیے حقیقتاً اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا، البتہ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا، اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا، اس کو نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ فرمایا۔ بدعتِ حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مَنْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ [المائدة: ۳]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا. (اعتصام 1/ 48)

فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعتِ حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہِ جواز نہیں ہے، بلکہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں

بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں، بعض مکروہ تحریمی، بعض تنزیہی۔" (جواہر الفقہ 6/ 465)

وضاحت: مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے جو باتیں ذکر کی گئیں یہ انھی کے افادات پر مشتمل کتاب "دین و شریعت کی بنیادیں اور فقہی اصول و ضابطے قرآن کی روشنی میں" سے لی گئی ہیں، جس کے مرتب حضرت مولانا محمد زید ندوی صاحب دام ظلہم ہیں۔

دین کا معیار: سنت اور صحابہ:

قرآن و سنت سے واقف شخص اس حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دین کا پیمانہ اور معیار سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ وہی عمل معتبر ہوگا جو سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہو، اور عشق و محبت اور دین کے نام پر صرف اسی عمل اور طریقے کو اپنایا جاسکتا ہے جو سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہو، لیکن جو عمل سنت اور صحابہ کرام کے مطابق نہ ہو اسے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا جاسکتا اور نہ ہی اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک واضح معیار ہے جس پر ہر مسلمان اپنے عشقِ رسالت کی اداؤں اور دینی امور کو جانچ سکتا ہے۔ اور یہ معیار خود حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرمایا ہے، چنانچہ سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔"

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى

ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقیناً یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل اور مشکلات حل ہو سکتی ہیں اور بہت سے پریشانیوں، بدعات اور خود ساختہ اعمال اور نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

حضراتِ صحابہ کرام سنت کی اتباع کا کامل نمونہ ہیں:

سنت تو ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ اور معیار ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ جب دین یا عشقِ رسالت کے نام پر کوئی ایسی بات ایجاد کی جائے جو سنت سے ثابت نہ ہو تو گویا کہ سنت ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بدعت ہاتھ آگئی، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جہاں تک حضرات صحابہ کی بات ہے تو وہ سنت کی حقیقت سے خوب واقف تھے، سنت پر مر مٹنے والے تھے کہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف کو جرم سمجھتے تھے، اور عشقِ رسالت کا کامل اور بہترین نمونہ بھی تھے، اس لیے ان کو بھی معیار قرار دیا گیا۔

اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب عشقِ رسالت اور اتباعِ سنت کا بہترین اور کامل نمونہ تھے تو انھوں نے جو کام نہیں اپنائے تو انھیں آج دین کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جاسکتا، اسی طرح عشقِ رسالت کے تمام تر اعمال اور معیارات ان میں موجود تھے، اس لیے جو عمل انھوں نے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا آج اسے عشقِ رسالت کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جاسکتا، کیوں کہ حضرات صحابہ زیادہ مستحق تھے اس بات کے کہ وہ عشقِ رسالت کے نام پر نت نئے اعمال کی بنیاد رکھتے حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے دین میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے کو جرم سمجھا۔

سنت اور صحابہ کرام سے وابستگی سے متعلق چند روایات:

سنت اور صحابہ کرام کے معیار کو مضبوطی سے تھامنے کی اشد ضرورت ہے۔ ذیل میں سنت اور صحابہ سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات بخوبی واضح ہو سکے گی۔

1۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلافات دیکھیں گے، اس لیے (میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ) تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اسی کے مطابق ہر کام میں عمل کرو، نئے نئے طریقوں سے بچتے رہو، کیونکہ دین میں نئی پیدا کی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٦٠٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ قَالا: أَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ: (وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) فَسَلَّمْنَا وَقُلْنَا: أَتَيْنَاكَ زَائِرِينَ وَعَائِدِينَ وَمُقْتَبِسِينَ، فَقَالَ الْعِرْبَاضُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ».

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور ﷺ نے نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

- سنن الترمذی میں ہے:

٢٧٣٨- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هَكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلىٰ كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میں بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود و سلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود و سلام کی اہمیت و فضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود و سلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ ہی سکھایا ہے جس میں درود و سلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ اختیار کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس سے اذان کے قبل پڑھے جانے والے مروّجہ درود و سلام کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

3۔ امام سعید بن المسیب تابعی رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عصر کے بعد دو رکعت نفل ادا کر رہا تھا (تو امام سعید بن المسیب نے انھیں اس سے منع فرمایا) تو اس شخص نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز ادا کرنے پر بھی عذاب دے گا؟ تو امام سعید بن المسیب نے جواب میں فرمایا کہ نماز پر تو عذاب نہیں دے گا لیکن سنت کی خلاف ورزی پر ضرور عذاب دے گا۔

- سنن الدارمی میں ہے:

٤٧٠- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي رَبَاحٍ -شَيْخٌ مِنْ آلِ عُمَرَ- قَالَ: رَأَى سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ, يُكَبِّرُ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَيُعَذِّبُنِي اللهُ عَلَى الصَّلَاةِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ يُعَذِّبُكَ اللهُ بِخِلَافِ السُّنَّةِ. (بابُ مَا يُتَّقَى مِنْ تَفْسِيرِ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ)

4۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

5۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدٌ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا،

وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

- مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.

رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خود ساختہ عمل کو دینداری یا عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خود ساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین اور عشقِ رسالت کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت اور قباحت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

- بدعت ایک سنگین گناہ ہے۔
- بدعت دینِ اسلام کے مد مقابل ایک خود ساختہ متوازی دین ہے۔
- بدعت دینِ اسلام پر ایک بہتان بھی ہے کہ بدعت کی صورت میں دین کی طرف وہ بات منسوب کی جارہی ہے جو کہ دین ہے ہی نہیں۔
- بدعت سنت کا مقابلہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تو سنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے جبکہ بدعت کا مرتکب سنت کو ترک کرکے بدعت پر عمل پیرا رہتا ہے۔

- بدعت دین میں تحریف کا راستہ کھول دیتی ہے جس سے رفتہ رفتہ دین کا حلیہ مسخ ہو جاتا ہے۔
- بدعت صحابہ پر عدمِ اعتماد ہے کہ گویا کہ انھوں نے ہم تک مکمل دین نہیں پہنچایا۔ معاذ اللہ

ما قبل کی تفصیل سے بھی بدعت کی مذمت واضح ہو جاتی ہے، ذیل میں مزید دو روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ (نئی بات) مردود (یعنی ناقابلِ اعتبار اور قابلِ رد) ہے۔

- صحیح البخاری میں ہے:

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

2۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔''

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٥٣٢- مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

بدعت کی مذمت سے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا اہم ترین ارشاد:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ بدعت کی سنگینی سے متعلق فرماتے ہیں کہ: جس شخص نے دین میں کوئی نئی بدعت ایجاد کی اور اس کو اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ ۔۔ معاذ اللہ ۔۔ حضور اقدس ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔'' تو جو بات اُس وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

- الاعتصام للامام الشاطبی رحمہ اللہ:

قَالَ ابْنُ الْمَاجِشُونِ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) [المائدة: ٣]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ

دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا. (الْأَدِلَّةُ مِنَ النَّظَرِ عَلَى ذَمِّ الْبِدَعِ)

بدعت کی اقسام:

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

- بدعت فی العقیدہ: یعنی اسلام اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف کوئی نیا عقیدہ ایجاد کرنا۔
- بدعت فی العمل: یعنی دین میں کوئی نیا عمل ایجاد کرنا۔

پھر حکم کے اعتبار سے بدعت کی متعدد قسمیں ہیں کہ بدعت کبھی تو کفر تک لے جاتی ہے، کبھی اسلام سے تو خارج نہیں کرتی البتہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کر کے گمراہ کر دیتی ہے، جبکہ کبھی وہ بدعت فاسق بنا دیتی ہے۔

بدعت کی صورتیں:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں، یہ بدعت چاہے عقیدے کی صورت میں ہو یا عمل کی صورت میں۔ ذیل میں اس کی مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ اس کی متعدد صورتیں سامنے آجائیں اور بدعت کی حقیقت واضح ہو سکے:

1۔ دین میں اسلام یا اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف کوئی عقیدہ ایجاد کرنا بدعت ہے۔

2۔ دین میں کوئی نئی عبادت ایجاد کرنا بدعت ہے، جیسے ایصالِ ثواب کے نام پر مروّجہ اجتماعی قرآن خوانی، جشنِ عید میلاد النبی ﷺ، اذان سے پہلے مروجہ درود و سلام کہنا۔

3۔ شریعت نے جس عمل کو عام رکھا ہو اس کو خاص کرنا بدعت ہے جیسے شریعت میں ایصالِ ثواب کے لیے کوئی عمل مخصوص نہیں، بلکہ ہر نیک عمل کا ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن آجکل بہت سے لوگوں نے اس کو صرف دیگیں پکانے یا اجتماعی قرآن خوانی وغیرہ کے ساتھ خاص کر رکھا ہے حتی کہ ان کو لازم بھی سمجھتے ہیں۔

4۔ شریعت نے جس عمل کو کسی دن کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ اس کو عام رکھا ہو اس کو کسی دن کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے جیسے شریعت میں ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن مخصوص نہیں، بلکہ سال بھر میں کسی بھی

دن ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن آجکل بہت سے لوگوں نے اس کو سوئم، تیجہ، جمعہ، چالیسواں اور برسی یا محرم، رجب وغیرہ کے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس کو اہتمام بھی بہر صورت کیا جاتا ہے اور جو اس کو غلط کہے اس پر طعن وملامت کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کو ماہِ ربیع الاول کے ساتھ خاص کرنا۔

5۔ شریعت نے جس عمل کا جو درجہ مقرر کر رکھا ہے اس کو اس درجے سے بڑھانا یا گھٹانا بدعت ہے جیسے مستحب عمل کو واجب قرار دینا بدعت ہے، یا واجب عمل کو مستحب قرار دینا بدعت ہے، یا جائز عمل کو لازم قرار دینا بدعت ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

6۔ شریعت نے جو عمل انفرادی مقرر کیا ہو اس کے لیے اجتماعیت کا اہتمام اور التزام بدعت ہے جیسے چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جماعت کی ادائیگی کا اہتمام بدعت ہے۔

بدعت کے اسباب:

بدعت ایجاد کرنے کے متعدد اسباب اور وجوہات ہوتی ہیں جیسے:

- شریعت کی تعلیمات سے ناواقفیت اور جہالت۔
- خواہشات کی اتباع۔
- قومی، علاقائی، جماعتی یا فرقہ وارانہ تعصب اور ضد۔
- کفار کی مشابہت۔

بدعات اور رسومات کی آلودگی سے متاثر ہونے والی چند عبادات:

ذیل میں بطورِ مثال چند ایسی عبادات اور نیکیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں بہت سی بدعات اور غیر شرعی باتیں آچکی ہیں، جس کی وجہ سے یہ اہم عبادات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہیں:

- تعزیت جیسی اہم عبادت میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔

- میت کے لواحقین کے لیے کھانا بھیجنے میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- ایصالِ ثواب کے نام پر رائج ہونے والی بدعات۔
- صدقہ جیسی اہم عبادت میں رائج ہونے والی بدعات۔
- ذکر اور درود و سلام میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کے نام پر رائج ہونے والی بدعات ورسومات۔
- حج اور عمرہ میں سرانجام دیے جانے والے خود ساختہ طریقے۔
- میت کے کفن دفن میں سرانجام دیے جانے والی غیر شرعی باتیں۔
- نعت خوانی میں شامل ہونے والی خُرافات۔

الغرض لوگوں نے بہت سی عبادات میں اپنی طرف سے بدعات ورسومات داخل کردی ہیں بلکہ عبادت کے نام پر بہت سی بدعات ورسومات ایجاد کرلی ہیں، اس لیے نیکی بھی کرتے ہیں تو وہ بھی خدا کو ناراض کر کے، گویا کہ جو نیکی اللہ کو راضی کرنے کے لیے تھی آج شریعت کی تعلیمات کے مطابق انجام نہ دینے کی وجہ سے وہ نیکی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

بدعت کے نقصانات:

بدعت کے بہت سے نقصانات ہیں جیسے:

- شریعت کی خلاف ورزی۔
- سنت طریقے کو ترک کرنا۔
- بدعات ورسومات کو قوت پہنچانا۔
- مال کا ضیاع۔
- گناہ کا ارتکاب۔

- اللہ تعالیٰ کی ناراضگی۔
- اس عمل کا بے فائدہ ہونا، بلکہ ثواب کی بجائے گناہ ملنا۔

نیکی کی قبولیت کے لیے تین شرائط:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی بھی نیکی کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں:

1: وہ نیکی ایمان کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم شخص کی کوئی بھی نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی، البتہ ان کے اچھے کاموں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

2: وہ نیکی شریعت کے مطابق ہو، یہی وجہ ہے کہ جو نیکی شریعت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز قابلِ قبول نہیں۔

3: وہ نیکی اخلاص کے ساتھ ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کی جائے، یہی وجہ ہے کہ جو عمل لوگوں کے دکھلاوے، ریاکاری اور نام و نمود کے لیے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت نہیں ہوتی۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نیکی کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے زندگی گزر جاتی ہے لیکن ہمیں ٹھیک طرح نیکی کرنے کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، جیسے نفل پڑھنا بہت بڑی نیکی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہی نفل مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ملے گا، کیوں کہ مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو گویا کہ نیکی جب شریعت کی تعلیمات کے خلاف کی جائے تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتا ہے۔ شیطان کی اوّلین کوشش یہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا بندہ نیکی کے قریب ہی نہ جائے، لیکن جب وہ کسی شخص کو نیکی سے روک نہیں پاتا تو اس کی دوسری چال یہی ہوتی ہے کہ اس کی نیکی ہی برباد کردی جائے، اور نیکی برباد کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس نیکی کو شریعت کی تعلیمات اور حدود کے مطابق ادا نہ کرنے دیا جائے، بلکہ اس میں خودساختہ باتیں یا بدعات و رسومات داخل

کیے جائیں، جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں ریاکاری پیدا کی جائے۔

- تفسير الرازي:

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (سورة الملك: ٢)

اَلْمَسْأَلَةُ السَّادِسَةُ: ذَكَرُوا فِي تَفْسِيرِ ﴿**أَحْسَنُ عَمَلًا**﴾ وُجُوْهًا: أَحَدُهَا: أَنْ يَكُونَ أَخْلَصَ الْأَعْمَالِ وَأَصْوَبَهَا؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ إِذَا كَانَ خَالِصًا غَيْرَ صَوَابٍ: لَمْ يُقْبَلْ، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ صَوَابًا غَيْرَ خَالِصٍ، فَالْخَالِصُ أَنْ يَكُونَ لِوَجْهِ اللهِ، وَالصَّوَابُ أَنْ يَكُونَ عَلَى السُّنَّةِ.

- تفسير أبي السعود:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل: ٩٧)

﴿**مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا**﴾ أي عملًا صالحًا أيَّ عملٍ كان. وهذا شروعٌ في تحريض كافةِ المؤمنين على كل عملٍ صالح غِبَّ ترغيبِ طائفةٍ منهم في الثبات على ما هم عليه من عمل صالحٍ مخصوصٍ دفعًا لتوهم اختصاصِ الأجر الموفورِ بهم وبعملهم المذكور. وقولُه تعالى: ﴿**مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى**﴾ مبالغةٌ في شموله للكل، ﴿**وَهُوَ مُؤْمِنٌ**﴾ قيّده به؛ إذ لا اعتدادَ بأعمال الكفرة في استحقاق الثواب أو تخفيفِ العذاب؛ لقوله تعالى: ﴿**وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا**﴾. وإيثارُ إيرادِه بالجملة الاسمية الحالية على نظمه في سلك الصلةِ لإفادة وجوبِ دوامه ومقارنتِه للعمل الصالح.....إلخ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
30 شوال المکرم 1441ھ/22 جون 2020
03362579499